OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

تحریک احمدیت کے مختلف مراحل کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر سلطان سکندر
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، G-10/4، اسلام آباد
ڈاکٹر ابوسفیان قاضی فرقان احمد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف گجرات

Abstract

A critical analysis of the evolutinag stages of Ahmadiyah movement.Ahmediyat was a British movement whose purpose was to establish an authentic justification for the existing subjection of Hindustan. The fidelity to the Britishers was their belief. To declare Jihad illigitimate, to negate the advent of Mehdi Mo'od and Messih Mo'od were the fundamentals of the new movement.

The Muslims had a faith regarding the advent of Imam Mehdi (A.S) and Hazrat Esa (A.S) for the establishment of dominance of Islam in the last era. Through this movement they aimed to achieve the aforementioned objectives Mirza Ghulam Ahmad Qadyani committed an accursed effort to accomplish his objectives. His proclamation of Nabuwat created a divide in the islamic society. This divide became a social conflict among viious sects of Islam.

حقیقت یہ ہے کہ احمدیت کی تحریک مذہبی تھی ہی نہیں بلکہ یہ ایک سیاسی تحریک تھی جو انگریزوں کی پیدا کردہ تھی۔ انگریز نے ہندوستان میں حکومت قائم کی اپنی حکومت کے استحکام میں اسے اگر کوئی خطرہ نظر آتا تھا تو وہ مسلمانوں کی طرف سے تھا وہ سید احمد شہید بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید بریلوی دہلوی کی تحریک جہاد میں دیکھ چکا تھا کہ امت مسلمہ کے راکھ کے ڈھیر میں ابھی وہ چنگاریاں دبی ہوئی ہیں جو تھوڑی سی موافق ہوا سے شعلہ جوالہ بن سکتی ہیں بظاہر وہ تحریک بالا کوٹ میں دفن ہو چکی تھی لیکن اس کی روح بدستور زندہ تھی اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد وہابی تحریک کی شکل میں سلک رہی تھی انگریز اس سے خائف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے تشدد سے ختم نہیں کیا جاسکتا اسے مذہب ہی سے ختم کیا جاسکتا ہے اس مقصد کے لیے پہلے انھوں نے سوچا کہ اس مقصد کے حصول کے لیے ایک باقاعدہ تحریک چلائی جانی چاہیے۔

مسلمانوں کا عقیدہ تھا کہ آخری زمانہ میں امام مہدی کا ظہور اور حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نزول ہو گا ان کی زیر سیاست وامامت اسلام کا پھر سے غلبہ ہو جائے گا اس تحریک کے لیے یہ ضروری سمجھا گیا کہ ایک ایسا مہدی اور مسیح موعود آجائے گا جو ان جذبہء انتظار کی بھی تسکین کر دے اور جہاد کے خطرہ کو بھی دور۔ یہ تھی اس تحریک کی وجہ تخلیق اور یہ تھا وہ مقصد جسے مزار غلام احمد قادیانی نے پورا کرنے کی مذموم کوشش کی۔

علامہ اقبال نے ۱۹۳۵ء میں تحریک احمدیت کے سلسلہ میں انگریزی زبان میں مفصل بیانات دیے تھے جو بعد میں احمدیت اور اسلام کے نام سے شائع ہوئے وہ بیان کرتے ہیں۔

"مسلمان عوام کو جن میں مذہبی جذبہ بہت شدید ہے صرف ایک چیز قطعی طور پر متاثر کر سکتی ہے یعنی وحی کی سند راسخ عقائد کو مؤثر طریق پر جڑ سے اکھیڑنے اور مذکورہ بالا سوالات میں جو دینی نظریات مضمر ہیں ان کی ایک ایسی نئی تفسیر کرنے کے لیے جو سیاسی

طور پر مفید مطلب ہو یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس کی بنیاد وحی پر رکھی جائے یہ (وحی پر مبنی) بنیاد احمدیت نے فراہم کر دی۔ احمدیوں کا دعویٰ ہے کہ برطانوی شہنشاہیت کی یہ سب سے بڑی خدمت ہے مزید آگے چل کر لکھتے ہیں"۔

مسلمانوں کے مذہبی افکار کی تاریخ میں احمدیوں نے جو کارنمایاں سرانجام دیا وہ یہی ہے کہ ہندوستان کی موجودہ غلامی کے لیے وحی کی سند مہیا کر دی جائے۔[1]

مرزا غلام قادیانی کے تمام دعووں کا منتہی مقصود یہ تھا کہ جہاد کو حرام قرار دے دیا جائے چنانچہ انہوں نے اعلان کیا کہ "جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا۔ اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے پھر ہمارے نبی کریمؐ کے وقت بچوں بوڑھوں اور عورتون کو قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لیے بجائے ایمان کے صرف جذبہ دے کر مئواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا۔ اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔[2]

اس کی تشریح میں کہا:۔

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریمؐ کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو سال پہلے فرمادیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہماری طرف سے امان و صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا۔[(۳)]

اب چھوڑ دو جہاد کا دوستو خیال　　دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے　　دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے　　اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد　　منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد[4]

جہاد کو حرام قرار دینے کے بعد اگلا قدم یہ تھا کہ حکومت برطانیہ کی اطاعت کو فرض قرار دیا جاتا اس سلسلہ میں مرزا قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے اسے مختصر پیش کرنے کے لیے بھی کئی مجلات درکار ہوں گی انہوں نے خود کہا ہے کہ جو کچھ انہوں نے رد جہاد اور اطاعت حکومت برطانیہ کے سلسلہ میں لکھا ہے اگر اسے یکجا کر دیا جائے تو اس سے پچاس الماریاں بھر جائیں۔[5] احمدیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کا آغاز بیسویں صدی کی ابتداء سے ہوا انیسویں صدی کے خاتمہ تک اگرچہ مرزا صاحب مختلف قسم کے دعوے کرتے رہے تھے جن کی بنا پر مسلمانوں میں ان کے خلاف عام بے چینی پیدا ہو چکی تھی مگر اس وقت تک انہوں نے کوئی ایک قطعی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ ۱۹۰۲ء میں انہوں نے نبوت کا صریح اور قطعی دعویٰ کیا جس سے ان کے ماننے والوں اور عام مسلمانوں کے درمیان ایک مستقل نزاع شروع ہو گئی۔

اس کی وجہ یہ تھی نبوت اسلام کے بنیادی مسائل میں سے ایک ہے۔ ایک شخص کے دعوے نبوت کے بعد ہر مسلمان کے لیے لازم ہو جاتا ہے کہ اس پر ایمان لانے یا نہ لانے میں سے کسی ایک رویہ کا فیصلہ کرے۔ جو لوگ اس پر ایمان لائیں وہ اب ایک الگ اُمت ہو جاتے ہیں۔ ایسے سب لوگ کافر ہو جاتے ہیں۔ کافر ہو جاتے ہیں جنہوں نے اس کو نہ مانا ہو اور اس کے برعکس جو لوگ اس پر ایمان نہ لائیں وہ خود بخود مقدم الذکر گروہ سے الگ ایک امت قرار پاتے ہیں۔ جو ان کے نزدیک ایک جھوٹے نبی پر ایمان لائے ہوں یہی وجہ ہے کہ دعوئے نبوت کے بعد مرزا صاحب کے ماننے والے اور نہ ماننے والے ایک دوسرے سے جدا ہوتے چلے گئے مرزا صاحب اور ان کے بعد ان

کے خلفاء نے اعلانیہ تقریروں اور تحریروں میں ان تمام لوگوں کو قطعی کافر ٹھہرایا جو ان پر ایمان نہیں لائے اور مسلمانوں کے تمام فرقوں نے بالاتفاق مرزا صاحب اور ان سب لوگوں کو کافر قرار دیا ہے جو ان پر ایمان لائے۔

تین چیزیں احمدیوں اور مسلمانوں کے درمیان نزاع کا باعث بنیں:۔

۱۔اس نئے مذہب کے پیروں کے تبلیغی سرگرمی اور بحث و مناظرہ کی دائمی عادت جس کی بنا پر ان میں ہر شخص اپنے ماحول میں ہمیشہ ایک کشمکش پیدا کرتا رہا ہے۔

۲۔ان کے مناظرے مسلمانوں کے خلاف ہوتے تھے جس کی وجہ سے مسلمان ان کے خلاف مشتعل ہوئے ہیں۔

۳۔ مسلمانوں کے اندر رہ کر اسلام کے نام سے تبلیغ کرنا جس کی وجہ سے ناواقف مسلمان یہ سمجھتے ہوئے بآسانی ان کے مذہب میں داخل ہو جاتے ہیں کہ وہ ملت اسلامیہ سے نکل کر کسی اور ملت میں نہیں جا رہے ہیں یہ چیز قدرتی طور پر مسلمانوں میں اس سے زیادہ غصہ پیدا کرتی ہے جو دیگر مذاہب اختیار کرنے سے کسی مسلمان کے مرتد ہو جانے پر پیدا ہوتا ہے کیونکہ ان کی تبلیغ کسی مسلمان کو اس دھوکے میں مبتلا نہیں کرتی کہ وہ مسلمانوں میں سے نکل کر بھی مسلمانوں میں ہی شامل ہو۔

اس نزع نے معاشرتی نزاع کی شکل اختیار کر لی اس وجہ سے احمدیوں کا یہ فتویٰ تھا کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان وہی نسبت ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں یا یہودیوں کے درمیان ہے یعنی ایک احمدی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔اس کی یا اس کے بچے کی نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا، باہم نکاح نہیں ہو سکتا۔اس طرح دونوں گروہوں کے درمیان معاشرتی مقاطعہ کی حالت پیدا ہو گئی۔جو صرف احمدیت کی تبلیغ کا نتیجہ تھا۔جس کی وجہ سے میاں بیوی ایک دوسرے کو اپنے لیے حرام سمجھنے لگیں جہاں بھائی اپنے بھائی کا جنازہ نہ پڑھے۔باپ بیٹا اور بیٹا باپ سے کافروں کا سا معاملہ کرنے لگے یہ نزاع کی کیفیت معاشرے کے میدان میں دیکھی جاسکتی ہے۔احمدیوں نے منظّم ہو کر معیشت کے ہر شعبہ میں قادیانیوں کو دیگر مسلمانوں پر ترجیح دینا شروع کی جس کی وجہ سے احمدیوں اور مسلمانوں کے درمیان تعلقات روز بروز کشیدہ سے کشیدہ تر ہوتے گئے۔سرکاری ملازمتوں میں بھی باہم کشیدگی نمایاں رہی ہے۔اقرباء پروری نے اس چپقلش کو مزید ہوا دی ہے۔

سیاست کے میدان میں اختلافات معاشرت اور اقتصادیات کے شعبہ جات کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔احمدیوں کو شروع سے یہ احساس تھا کہ وہ جس نبوت پر محافظت کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں اس نے مسلم معاشرے کے اندر کفر اور ایمان کی نئی تفریق پیدا کر دی ہے۔انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اہل اسلام نے دور صدیقی سے لے کر قاچاری اور عثمانی فرمانبرواؤں کے دور تک بارہ صدیوں میں تفرقہ انگیز قوت کو ابھرنے نہیں دیا۔اس لیے انہوں نے اپنی تحریک کے آغاز ہی سے انگریزوں کی وفاداری کو اپنا جزو ایمان بنایا۔ان کی بقا اور فلاح و کامیابی کا انحصار صرف اور صرف انگریز حکومت کے زیر سایہ ہے کہ مسلمان غلام ہوں اور انگریز ان پر حکومت کریں انگریز حکمرانوں کے وفادار بن کر ان کی حمایت حاصل کریں اور پھر آزادی کے ساتھ بے بس مسلمانوں کو اپنی تفرقہ انگیز تحریک کا شکار بنائیں۔یہ احمدیت تحریک کی ترقی کا وہ مختصر فارمولہ تھا جو مرزا صاحب اس کے خلفاء نے،اس کے مصنفین اور مقررین نے اپنی بے شمار تحریروں اور تقریروں میں بار بار دہرایا۔احمدیوں کے خلیفہ نے بارہا یہ اعلان کیا کہ انگریز حکومت کی ترقی سے ہماری ترقی وابستہ ہے۔جہاں جہاں یہ پھیلے گی ہمارے لیے تبلیغ کا میدان نکلتا آئے گا۔ان باتوں کے بعد یہ نہیں کہا جاسکتا کہ احمدیوں کے متعلق مسلمانوں کی عام بدگمانی بے وجہ ہے۔مرزا صاحب اور ان کے متبعین کی ان بہت سی تحریروں نے احمدیوں اور مسلمانوں کے درمیان تلخیاں مزید بڑھا دیں۔چند عبارتیں مثال کے طور پر یہ ہیں۔

ایک غلطی کا ازالہ (اشتہار) میں مرزا صاحب نے کہا۔ محمد رسول اللہؐ والذین معہ اشدآءُ علی الکفار رحماء بینھم کے الہام میں محمد رسول اللہ سے مراد میں ہوں۔ محمد رسول اللہ خدا نے مجھے کہا ہے۔ پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔(٦)

اس کے (نبی کریم کے) لیے چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا۔(٧)

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں(٨)

مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

یسوع کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے اور کچھ نہیں تھا پھر افسوس یہ کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں ان کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔(٩)

مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔(١٠)

مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

جو شخص ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔(١١)

ان وجوہات کی بنا پر احمدیوں اور مسلمانوں کے درمیان تلخیاں از حد بڑھ گئیں یہ نوبت عدالتوں تک جا پہنچی تمام اہل اسلام میں اس بات کی مدت سے خواہش تھی کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک اقلیت قرار دے دیا جائے تاکہ اپنی تبلیغ سے مسلمان معاشرہ کو آئے روز پارہ پارہ کرتے رہنے کا موقع نہ ملے۔ علامہ اقبال نے بھی اپنے رسالہ اسلام اور احمدیت میں ترجمانی فرمائی۔

قیام پاکستان سے قبل اور مابعد قادیانیوں کی سیاسی ریشہ دوانیاں

تو یہ قادیانی تحریک ایک دینی ارتداد کی تحریک سمجھی جاتی ہے لیکن یہ ایک سیاسی تحریک بھی ہے مرزا غلام احمد نے اپنی متعدد کتب میں اپنے خاندان کی سیاسی خدمات کو اپنی انگریز سے وفاداری کے ثبوت میں پیش کیا ہے ١٨٥٧ کی جنگ آزادی جسے انگریز غدار قرار دیتا ہے اس میں مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے ٥٠ گھوڑے اور سوار دے کر ترموں کے گھاٹ پر مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ اور انگریزی کی بالادستی قائم کی اس کا ذکر گریفن نے اپنی کتاب "پنجاب چیفس" میں کیا ہے اور اس کا خلاصہ مرزا صاحب کی متعدد کتب میں ملتا ہے۔[١٢]

جب انگریز نے ١٨٤٩ میں پنجاب کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تو اس وقت مرزا غلام احمد کے والد نے نہایت عظیم سیاسی خدمات انجام دیں جس کے عوض انہیں جاگیر اور سات سو روپیہ کی پیش کش دی گئی اس کا اعتراف مرزا صاحب کی کتب میں موجود ہے اور انگریز حکام کے خطوط بھی نقل کئے گئے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا خاندان انگریز کا انتہائی وفادار تھا[١٣] مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تحریک کے آغاز ہی میں جبکہ آپ نے کتاب "براہین احمدیہ" لکھی انگریز سے وفاداری کو لازمی قرار دیا۔[١٤] اس کے بعد آپ نے جتنی بھی کتابیں تالیف کیں ان میں دو باتوں کو نہایت شدومد سے پیش کیا۔ انگریزی حکومت مسلمانوں کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اور مسلمانوں کو ہر لحاظ سے انگریز کی اطاعت کرنی چاہیے اور ان کو اولوالامر ماننا چاہیے۔[١٥]

جہاد حرام ہے اس کا مفہوم یہ تھا کہ برطانیہ کے خلاف کسی قسم کی جدوجہد سیاسی طور پر ممنوع ہے۔ یہ ممانعت نہ صرف ہندوستان کے لیے ہے بلکہ انکے مہدی اور مسیح کے دعوے کی رو سے دنیا کے تمام مسلم ممالک جو انگریز کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں ان کے لیے بھی جہاد حرام ہے۔[۱۶]

ہندوستان کی تاریخ میں مرزا صاحب وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے دعوی نبوت کی بنا پر ہندوستان کے مسلمانوں غلامی کے لیے خدا کی وحی کی سند مہیا کی۔[۱۷] انہوں نے مسلمانوں کو نہایت امن سے اپنے انگریز کے خلاف جدوجہد نہ کرنے اور اس کے ظالمانہ حکومت تابعداری کرنے کا حکم خدا کی وحی کی بنیاد پر مہیا کر دیا۔ اگر یہ وحی درست ہے تو مسلمانوں کی کسی قسم کی سیاسی جدوجہد یا انگریز کو ہندوستان سے نکالنے کے لیے اقدامات خدا کے نزدیک جائز ہیں آپ نے انگریز اور پادریوں کو علیحدہ علیحدہ دو حلقوں میں بانٹ دیا یہ پادری ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے آتے تھے۔ لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد ملکہ وکٹوریہ نے جو اعلان شائع کیا اس میں واضح طور پر مذہب کو سیاست سے بالکل الگ کر دیا اس لیے انگریز کو اس بات سے کوئی غرض نہ تھی کہ کوئی شخص مذہبی لحاظ سے نبی بنتا ہے یا مسیح کہلاتا ہے اگر وہ انگریز کی سیاسی حاکمیت کا قائل ہے اور اس کے قوانین کو مانتا ہے تو وہ آزادی سے ہندوستان میں رہ کر جس قسم کے مذہبی نظریات چاہے اپنا سکتا ہے اور انہیں پھیلا سکتا ہے۔ انگریز سیکولر نظریے کی بنیاد پر پادریوں کو بھی اجازت تھی کہ وہ عیسائیت کا پرچار کریں اور مسلمانوں کو بھی اپنے عقائد کی تبلیغ کی اجازت تھی اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزا صاحب کے لیے نئے نئے دعوے کیے اور پادریوں کو نشانہ تنقید بنایا جبکہ انگریز حکمرانوں کی زیادہ سے زیادہ خوشامد اور تعریف کی انہوں نے ''انجام آتھم'' میں پادریوں کو ''دجال'' کہا اور عیسائیت کو دجالی فتنہ قرار دیا۔ انگریز کی سیاسی ضرورت بھی یہی تھی۔ کہ مختلف مذہبی گروہ آپس میں متصادم رہیں اور وہ ''لڑاؤ'' اور ''حکومت کرو'' کی پالیسی کے مطابق ہندوستان پر اپنا تسلط جمائے رکھے اسی پالیسی کو مرزا صاحب کی تحریک سے کافی تقویت ملی یہ اس پالیسی کا نتیجہ تھا۔ کہ آپ نے غیر مسلموں کو طرح طرح کے چیلنج دیئے ان کی موت کی پیشگوئیاں کیں اور ان کے طبقات کو مجبور کیا کہ وہ نہ صرف ان کی ذات کے بارے میں الزام تراشیاں کریں بلکہ اسلام اور بانی اسلام کے خلاف بھی ہرزہ سرائی کریں۔ مرزا صاحب کی انہیں اشتعال انگیز تحریرات کے نتیجے میں ''امہات المومنین'' جیسی رسوائے زمانہ کتابیں عیسائیوں کی طرف سے شائع ہوئیں جن کو ضبط کرنے کے مطالبات کئے گئے۔

مرزا صاحب کے سیاسی نظریات کو ان کی بیشتر کتب میں دیکھا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر ان کی کتاب ''تذکرۃ الشہادتین'' میں ان کا اسلامی دنیا کے بارے میں مسلک نہایت وضاحت سے ملتا ہے یہ کتاب آپ نے دو احمدیوں کی کابل میں سنگساری کے واقعے پر تالیف کی اور اس میں واضح طور پر اپنا سیاسی مدعا بیان کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ آپ نہ صرف ہندوستان میں انگریز راج کو مستحکم کرنا چاہتے ہیں بلکہ خدا کی تفویض کردہ مشن اور حکم کے مطابق انگریزی حکومت کی برکات کو تمام اسلامی دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس واقعہ کے بعد آپ نے اپنی جماعت کو حکم دیا کہ وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور نہ یقین رکھیں کہ برطانوی حکومت خدا نے ان کی بھلائی کے لیے قائم کی ہے اور وہ دنیا کی کسی بھی دوسری اسلامی حکومت میں نہ تو زندہ رہ سکتے ہیں نہ ہی اپنے مسلک کی تبلیغ کر سکتے ہیں۔[۱۸] اسی مسلک کا اظہار ترکی حکومت کے خلاف ملتا ہے جو اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی مملکت تھی اور جس کی تباہی کے متعلق آپ نے اپنی کتب میں پیشین گوئی کی۔[۱۹]

قیام پاکستان کی مخالفت کے اسباب

قادیانی اپنے بانی فرقہ غلام احمد قادیانی کے اقوال کی روشنی میں قیام پاکستان کے خلاف تھے۔ جس کا اندازہ ان کے اس بیان سے ہوتا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ

''میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ، نہ روم نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں''۔[20]

''اگر ہم یہاں (سلطنت برطانیہ) سے نکل جائیں تو نہ ہمارا گزارا مکہ میں ہو سکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں۔[21]

قادیانی چاہتے تھے کہ انگریزوں کے بعد برصغیر پاک وہند کی حکومت انہیں ملے اس سلسلے میں ان کے خلفاء نے وقتاً فوقتاً اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کیا۔ ۱۴فروری ۱۹۲۲ کو مرزا محمود احمد کا یہ بیان الفضل میں شائع ہوا ''ہم احمدی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں''[22] قیامِ پاکستان سے پہلے انگریزوں سے امید نہیں کی جاسکتی تھی کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے الگ ملت قرار دینے کی قانون سازی کریں کیونکہ ایک اجنبی قوم سے یہ توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ مسلمانون کے اس دیرینہ مسئلہ کو حل کرنے کی زحمت اٹھائے۔ مسلمانوں کو یہ یقین تھا کہ انگریز احمدیوں کو دانستہ مسلمانوں کے اندر شامل رکھنا چاہتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت مسلم مفاد کے خلاف ان کو آسانی کے ساتھ استعمال کیا جاسکے مگر جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو مسلمانوں نے قومی حکومت سے توقع وابستہ کر لی کہ وہ سنجیدگی سے اس مسئلہ پر توجہ دے گی یقیناً ہر سطح پر مسلمان اس بے چینی اور اضطراب کو محسوس کر رہے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کی جدوجہد میں ایک مرکزی نقطہ یہ پیدا ہو گیا کہ یا تو مختلف سامراجی ہتھکنڈوں کے ذریعے پاکستان کی حکومت پر ہاتھ صاف کیا جائے یا پھر کس خاص علاقہ میں حکومت بنانے کی کوشش کی جائے اول الذکر منصوبہ ذرا دیر طلب اور مشکل کام تھا اور ثانی الذکر منصوبہ کو اپنا کر اس کی کوشش شروع کی گئی ایسے خطے کے انتخاب کے لیے امام جماعت احمدیہ کو کوئی خاص دشواری پیش نہ آئی انہوں نے پاکستان کے ابتدائی دنوں میں ہی اس کا انتخاب کر لیا اور وہ علاقہ بلوچستان تھا اس منصوبہ کا انتخاب جن وجوہات کی بنیاد پر کیا گیا وہ درج ذیل ہیں۔ بلوچستان کی کل آبادی پانچ لاکھ یا چھ لاکھ ہے۔ زیادہ آبادی کو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل کام نہیں پس جماعت اگر اسی طرح پوری توجہ دے تو اس صوبہ کو احمدی بنایا جاسکتا ہے۔ اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے پس میں جماعت احمدیہ کو اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ لوگوں کے لیے عمدہ موقع ہے اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسے ضائع نہ ہونے دیں پس تبلیغ کے ذریعے بلوچستان کو اپنا صوبہ بنالو تاکہ تاریخ میں تو آپ کا نام رہے۔[23]

قادیانیوں کے عزائم بلوچستان تک ہی محدود نہ تھے بلکہ وہ تو حالات کے مطابق ایک لائحہ عمل تھا وہ بلوچستان پر قبضہ کی آڑ میں دراصل پورے ملک پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اس مقصد کے تحت مرزا محمود نے ۱۹۵۲ء کے آغاز میں اعلان کیا کہ ''اگر ہم ہمت کریں اور تنظیم کے ساتھ محنت سے کام کریں تو ۱۹۵۲ء میں انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ ۱۹۵۲ء گزرنے نہ دیجئیے جب احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جاسکتی اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آگرے۔[24] جب تک سارے محکموں میں ہمارے آدمی موجود نہ ہوں ان سے جماعت پوری طرح کام نہیں لے سکتی مثلاً موٹے موٹے محکموں فوج ہے، پولیس ہے، انتظامیہ ہے، ریلوے ہے، فنانس ہے، اکاؤنٹس ہے، کسٹمز ہے، انجینئرنگ ہے، ہماری جماعت کے نوجوان فوج میں بے تحاشا جاتے ہیں اس کے نتیجے میں ہماری نسبت فوج میں دوسرے محکموں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ ہم اسی سے اپنے حقوق کی حفاظت کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں، باقی محکمے خالی پڑے ہیں بے شک آپ لوگ اپنے لڑکوں کو نوکری کرائیں لیکن ان کو نوکری اس طرح کیوں نہ کرائی جائے جس سے جماعت فائدہ اٹھا سکے۔ پیسے بھی اس طرح کمائے جاسکیں گے ہر شعبے میں ہمارے آدمی موجود ہوں اور ہر جگہ ہماری آواز پہنچ سکے۔[25]

مرزا صاحب کے دعاوی کا ایک ارتقائی جائزہ

بعض مرتبہ مرزائی صاحبان مسلمانوں کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیان کے ابتدائی دور کی عبارتیں پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے واضح کر دیا ہے کہ وہ مجدد محدث مسیح موعود اور مہدی کے مراتب سے ترقی کر کے درجہ بدرجہ نبوت کے منصب تک پہنچے ہیں انہوں نے اپنے دعوئوں کی جو تاریخ بیان کی ہے اس کو انہی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے۔ کہ کسی نے مرزا صاحب سے سوال کیا تھا کہ آپ کی عبارتوں میں یہ تناقض نظر آتا ہے کہ کہیں آپ اپنے آپ کو "غیر نبی" لکھتے ہیں اور کہیں اپنے آپ کو "مسیح سے تمام شان میں بڑھ کر" قرار دیتے ہیں اس کا جواب دیتے ہوئے مرزا صاحب حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اس قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہو گا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنیوالا مسیح میں ہوں اس تناقض کا سبب یہی تھا کہ اگرچہ خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰؑ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اسی اعتقاد پر جما ہوا تھا۔ اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمانوں سے نازل ہوں گے اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے مجھ پر بارش کی طرح وحی الہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لیے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔

اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالی کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔۔۔۔ میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی ان تمام وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں میں تو خدا تعالی کی وحی کا پیروی کرنے والا ہوں جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔[۲۶]

مرزا صاحب کا آخری عقیدہ

مرزا صاحب کا آخری عقیدہ جس پر ان کا خاتمہ ہوا تھا۔ یہی تھا کہ وہ نبی ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے آخری خط میں جو ٹھیک ان کے انتقال کے دن "اخبار عام" میں شائع ہوا واضح الفاظ میں لکھا کہ "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہو گا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں کر انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جائوں" (اخبار عام۔ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ منقول از حقیقۃ النبوۃ مرزا محمود ۲۷۱ مباحثہ پنڈی۔ یہ خط ۲۳ مئی ۱۹۰۸ کو لکھا گیا اور ۲۶ مئی کو اخبار عام میں شائع ہوا ٹھیک اسی دن مرزا صاحب کا انتقال ہو گیا۔

غیر تشریعی نبوت کی وضاحت

بعض احمدی حضرات کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے غیر تشریعی نبوت کا دعوی کہا اور غیر تشریعی نبوت عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں لیکن دوسرے احمدیہ حضرات تاویلات کی طرح اس تاویل کے بھی صغری کبری دونوں غلط ہیں۔ اول تو یہ بات ہی سرے سے درست نہیں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ صرف غیر تشریعی نبوت کا تھا۔

مرزاصاحب کادعویٰ نبوت تشریعی

مرزاصاحب کے روزافزوں دعاوی کے دور میں ایک مرحلہ ایسا بھی آیاجب انہوں نے غیر تشریعی نبوت کے آگے قدم بڑھا کر واضح الفاظ میں اپنی وحی اور نبوت کو تشریعی قرار دیا ہے اور اسی بنا پر ان کے متبعین میں سے "ظہیر الدین اروپی" کافرقہ انہیں کھلا کھلم تشریعی نبی مانتا تھا۔ اس سلسلے میں مرزاصاحب کی چند عبارتیں یہ ہیں:

ماسوااس کے یہ بھی سمجھ کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چنداوامر اور نواہی بیان کئے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیوں کہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی مثلاً یہ الہام قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ہذا لفی الصحف الاولی صحف ابراہیم و موسیٰ یعنی قرآنی تعلیمات توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے۔ کیوں کہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستقصاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔ ۲۷

اس عبارت میں مرزاصاحب نے واضح الفاظ میں اپنی وحی کو تشریعی وحی قرار دیا ہے۔

مرزاصاحب دافع البلاء میں لکھتے ہیں

"خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔"[۲۸]

احمدی حضرات عملاً مرزاصاحب کو تشریعی نبی ہی قرار دیتے ہیں یعنی ان کی ہر تعلیم اور ان کے ہر حکم کو واجب الاتباع مانتے ہیں خواہ وہ شریعت محمدیہ علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف ہو مرزاصاحب لکھتے ہیں۔

"جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے حضرت موسیٰ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کیے جاتے تھے پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لیے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔" ۲۹

حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد "الجھاد ماض الی یوم القیمۃ (ابو داؤد) یعنی جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔" کو چھوڑ کر احمدیہ حضرات مرزاصاحب کے حکم کی اتباع کرتے ہیں اس طرح شریعت محمدیہ ﷺ میں جہاد، خمس، فئے، جزیہ اور غنائم کے تمام احکام جو حدیث اور فقہ کی کتابوں میں سینکڑوں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں ان سب میں مرزاصاحب کے مذکورہ بالا قول کے مطابق تبدیلی کے قائل ہیں اس کے بعد تشریعی نبوت میں کون سی کسر باقی رہ جاتی ہے۔

محدث ہونے کادعویٰ

مامور من اللہ مجدد وغیرہ کے دعوے کے بعد بتدریج آپ مزید دعوے کرتے چلے گئے جن میں ایک دعویٰ محدث ہونے کا ہے مرزاصاحب لکھتے ہیں۔ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے امت کے لیے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے گو اس کے لیے نبوت تمام نہیں مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیوں کہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اور امر

غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ انبیاء کی طرح اپنے تئیں باآواز بلند ظاہر کرکے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں ۔[۳۰] اب اس تحریر کو آپ محدث ہونے کے دعویٰ پر منطبق کرلیں یا اسے دعوی نبوت سمجھ لیں آپ کی مرضی پر منحصر ہے مرزا صاحب نے یہ کمال محدث و نبوت کے دعوے کی تجویز کی ہے مرزا صاحب کا یہی کمال ہے کہ ان کی تحریریں ضمنی ہیں تاکہ موقع و محل کے مطابق انہیں ہر حالت میں استعمال میں لاکر سیدھے سادھے مسلمانوں کو نہایت کامیابی کے ساتھ گمراہ کیا جاسکے۔مثیل مسیح ہونے ہونے کا دعوی

۱۸۹۱

۱۸۹۱ء کا سال قادیانیت کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے اس سال میں حکیم نورالدین بھیروی نے مرزا صاحب کو خط کے ذریعے ''مسیح موعو'' ہونے کا مشورہ دیا جس خط کا جواب مرزا صاحب نے ۲۴ جنوری ۱۸۹۱ میں دیا مرزا صاحب کے اس تاریخی خط کا اقتباس درج ذیل ہے۔

''جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشق حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ ''مسیح مثیل'' کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں حرج کیا؟ در حقیقت اس عاجز کو ''مثیل مسیح'' بننے کی کچھ حاجت نہیں یہ بننا چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے عاجز اور مطیع بندوں میں داخل کرلیوے لیکن ہم ابتلاء سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتے خدا تعالیٰ نے ترقیات کا ذریعہ صرف ابتلاء ہی رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے احسب الناس ان یتر کوا ان یقولو آمنا وھم لایفتنون۔[۳۱] مرزا صاحب نے جس انداز میں حکیم صاحب کی پیش کش قبول کرنے سے معذرت کی ہے اور انکے خط سے جس کسر نفسی، تواضع اور خشیت کا اظہار کیا ہے وہ بڑی قابل قدر چیز ہے اور اس سے مرزا صاحب کے وقار میں اضافہ ہوتا ہے لیکن ان کی کتابوں کا تاریخی جائزہ لینے کے بعد یہ تاثر اور عقیدت جلد ختم ہو جاتی ہے اور اچانک یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے حکیم صاحب کی اس تجویز کو قبول کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں انہوں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ اور اعلان کر دیا۔اس سلسلہ تصنیف کے بعد جس میں اسلام کی خالص حمایت اور مذاہب غیر کی تردید تھی اور جو ''مسیح موعود'' کے دعوے سے بالکل خالی ہیں مرزا صاحب کی پہلی تصنیف ''فتح الاسلام'' ہے یہ ۱۸۹۱ میں شائع ہوئی۔

مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں ''حضرت مسیح موعود نے ۱۸۸۰ کے اواخر میں ''فتح الاسلام'' تصنیف فرمائی تھی یہ وہ پہلا رسالہ ہے جس میں آپ نے اپنے ''مثیل مسیح'' ہونے اور مسیح ناصری کی وفات کا ذکر کیا ہے۔[۳۲]

مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

''سو اس عاجز کو اور بزرگوں کی فطرتی مشابہت سے علاوہ جس کی تفصیل براہین احمدیہ ہیں حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اسی فطری مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تاکہ صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کو توڑنے اور خنزیروں کو قتل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں میں آسمان سے اترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے داہیں بائیں تھے۔[۳۳]

مزید مرزا صاحب فرماتے ہیں

مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعوی ہے جس طرح محدثیت نبوت کے مشابہ ہے۔ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے۔[۳۴]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

یہ بات سچ ہے کہ اللہ جل شانہ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ میں اسی الہام کی بنا پر اپنے تئیں وہ موعود مثیل (مسیح موعود نہیں بلکہ مثیل موعود) سمجھتا ہوں جس کو دوسرے لوگ غلط فہمی سے "مسیح موعود کہتے ہیں" اشتہار۔ مندرجہ تبلیغ رسالت، مرتبہ میر قاسم علی قادیانی ج ۲۔ ص ۲۱

مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

مرزا صاحب اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوے پر قریباً دس سال قائم رہے اور پھر ختم نبوت اسلامی نظریہ کو (جس کے وہ خود بھی معتقد رہے تھے) غلط قرار دے کر نومبر ۱۹۰۱ میں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔

"مثیل مسیح" ہونے کے بعد مرزا صاحب نے اپنے لیے صاحب طور پر "مسیح موعود" کا لفظ استعمال کیا "مسیح موعود" اور "مثیل مسیح" میں بڑا فرق ہے مسیح موعود سے ایسا شخص ہے جو مسیح موعود سے بعض صفات میں ملتا جلتا ہو مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ "مجھے اس خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر اختراع کرنا لعینوں کا کام ہے کہ اس نے "مسیح موعود" بنا کر بھیجا ہے۔ ۳۵

چونکہ احادیث میں 'مسیح موعود' کا لفظ موجود نہیں بلکہ مسیح ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے اس لیے مسیح ابن مریم بننے کے لیے مرزا صاحب نے جو تشریح و تاویل کی وہ یہ ہے۔ "اس اللہ نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا۔۔۔ میں نے دو برس تک صفت مریمیت میں پرورش پائی پھر مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ مین حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخری مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں مجھے مریم بن عیسیٰ بنایا گیا۔ ۳۶ ابتدا میں مرزا صاحب کا اعتقاد تھا کہ حضرت مسیح بن مریم زندہ ہیں اور آخری زمانے میں نازل ہوں گے پھر "ازالہ اوہام" میں عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر تمیں دلائل پیش کئے جب کسی نے اس تضاد پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب میں لکھا۔

"مگر خدا نے میری نظر کو پھیر دیا میں براہین کی وحی کو نہ سمجھ سکا۔ مجھے مسیح موعود بتایا گیا ہے یہ میری سادگی تھی جو میری سچائی پر ایک عظیم الشان دلیل تھی ورنہ میرے مخالف مجھے یہ بتلادیں کہ میں باوجودیکہ براہن احمدیہ میں مسیح موعود بنایا گیا تھا۔ دس بارہ برس تک یہ دعوی کیوں نہ کیا اور کیوں براہین میں خدا کی وحی کے مخالف لکھ دیا۔ ۳۷ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس شخص پر وحی ہر روز بارش کی طرح برستی تھی اور جو براہین احمدیہ بھی مامور من اللہ ہو کر لکھتا رہا۔ بارہ برس تک کیوں کر خلاف حقیقت لکھتا یا سمجھتا رہا۔ بہر حال اس عقیدے کو حل کرنے کی ذمہ داری مخالفین پر نہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اعجاز احمدی ۱۹۰۲ کی تصنیف ہے اور پورے دو برس پہلے وہ اس مشکل کو حل فرما چکے تھے فرماتے ہیں میرے دعوی مسیح موعود کی بنیاد الٰہی الہامات (براہین احمدیہ والے) سے پڑی (انہیں میں میرا نام خدا تعالیٰ نے عیسیٰ رکھا اور جو آیتیں "مسیح موعود' کے حق میں تھیں وہ میرے حق میں بیان کر دیں اگر علماء کو خبر ہوتی کہ ان الہامات سے تو اس شخص کا مسیح ہونا ثابت ہوتا ہے تو وہ کبھی ان کو قبول نہ کرتے یہ خدائی قدرت ہے کہ انہوں نے قبول کر لیا اور پیچ میں پھنس گئے۔ اس سے قبل خدا کا فرستادہ۔ مامور۔ امین۔ مثیل مسیح، مہدی مہود، مسیح موعود کے القاب استعمال ہو رہے تھے مگر نبی اور رسول کہلانے مین مرزا صاحب کو تردد تھا اس روز خطیب صاحب کی عقیدت نے ختم نبوت کی فولادی دیوار کو بھی رستہ سے ہٹا دیا مرزا صاحب نے زبان و قلم سے بصراحت نبوت کا اعلان کرنا شروع کر دیا۔ میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیوں کر رد کر دوں یا کیوں کر اس کے سوا کسی سے ڈروں۔ ۳۸

خدا نے میرے ہزارہانشانون سے میری تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گزرے ہیں جن کی یہ تائید کی گئی۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اسی نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے جو تین لاکھ تک پہنچے ہیں"۔[۳۸]

ظلی بروزی نبوت کا افسانہ

احمدی حضرات کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی نبوت ظلی اور بروزی نبوت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پرتو ہونے کی وجہ سے عقیدہ ختم نبوت میں رخنہ انداز نہیں ہے لیکن درحقیقت اسلامی نقطہ نظر سے ظلی اور بروزی نبوت کا عقیدہ مستقل بالذات نبوت سے بھی کہیں زیادہ سنگین خطرناک اور کافرانہ ہے جس کی وجوہ حسب ذیل ہیں۔

(i) تقابل ادیان کا ایک ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ "ظل اور بروز" کا تصور خالصۃً ہندوانہ تصور ہے اور اسلام میں اس کی ادنی جھلک بھی کہیں نہیں پائی جاتی۔

(ii) ظلی اور بروزی نبوت کا جو مفہوم خود مرزا صاحب نے بیان کیا ہے اس کی رو سے ایسا نبی پچھلے تمام انبیاء کا بروز یعنی (معاذاللہ) آپؐ ہی کا دوسرا جنم یا دوسرا روپ ہے اسی بنا پر غلام احمد نے متعدد مرتبہ انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اپنے آپ کو براہ راست سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر قرار دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہون یعنی ظلی طور پر محمدؐ اور احمد ہوں۔[۳۹]

"میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔[۴۰]

"میں بموجب آیت آخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تنزلزل نہیں آیا کیوں محل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہے نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلّیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا"[۴۱]

خود مرزا صاحب کے الفاظ میں "ظلی" اور "بروزی" کی تشریح جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس سے مستقل بالذات نبوت کا دعوی لازم نہیں آیا۔ سوال یہ ہے کہ جب اس ظل اور بروز کے گورکھ دھندے کی آڑ میں مرزا صاحب نے (معاذاللہ) تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے اپنے دامن مین سمیٹ لیے تو اب کون سا نبی ایسا رہ گیا جس سے اپنی فضیلت ثابت کرنے کی ضرورت رہ گئی اس کے بعد ظلی اور بروزی نبوت کوئی ہلکے درجے کی نبوت رہتی ہے اور اس کے بعد بھی عقیدہ ختم نبوت نہیں ٹوٹتا تو پھر یہ تسلیم کرلینا چاہیئے کہ عقیدہ ختم نبوت (معاذاللہ) ایسا بے معنی عقیدہ ہے جو کسی بڑے سے بڑے دعوائے نبوت سے بھی نہیں ٹوٹ سکتا۔

مرزا صاحب پچھلے نبیوں سے افضل

مرزا صاحب کی ظلی نبوت بہت سے انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے افضل ہے جن کو بلاواسطہ نبوت ملی ہے مرزا بشیر احمد ایم۔ اے قادیانی لکھتے ہیں۔ اور یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظلی یا بروزی نبوت گھٹیا قسم کی نبوت ہے یہ محض ایک نفس کا دھوکا ہے جس کی

کوئی حقیقت نہیں کیوں کہ ظلی نبوت کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اس قدر غرق ہو جائے کہ "من توشدم تو من شدی" کے درجہ کو پالے۔ایسی صورت میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جمیع کمالات کو عکس کے رنگ میں اپنے اندر اترتا پائے گا۔ حتیٰ کہ ان دونوں میں قرب اتنا بڑھے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی چادر بھی اس پر چڑھائی جائے گی تب جا کر ظلی نبی کہلائے گا پس جب ظلی کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے اصل کی پوری تصویر ہو اور اسی پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے تو وہ ناداں جو مسیح موعود کی ظلی نبوت کو ایک گھٹیا قسم کی نبوت سمجھتا ہے یا اس کے معنی ناقص نبوت کے کرتا ہے وہ ہوش میں آوے اور اپنے اسلام کی فکر کرے کیوں کہ اس سے اس نبوت کی شان پر حملہ کیا ہے جو تمام نبوتوں کی سرتاج ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگوں کو کیوں کر حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ٹھوکر لگتی ہے اور کیوں کر بعض لوگ آپ کی نبوت کو ناقص نبوت سمجھتے ہیں کیوں کہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز ہونے کی وجہ سے ظلی بنی تھے اور اس ظلی نبوت کا پایہ بہت بلند ہے یہ ظاہر بات ہے کہ پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتے تھے ان کے لیے یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں وہ تمام کمالات رکھے جاویں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھے گئے بلکہ ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے کسی کو بہت کسی کو کم۔ مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات کو شامل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے۔ پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو کھڑا کیا۔[۴۲]

مرزا کے صاحبزادے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں۔

پس ظلی اور بروزی نبوت کوئی گھٹیا قسم کی نبوت نہیں کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو مسیح موعود کس طرح ایک اسرائیلی نبی کے مقابلہ میں یوں فرماتا کہ "ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔"[۴۳]

ظل و بروز کے مذکورہ بالا اعتقاد کے ساتھ مرزا صاحب کے نزدیک خاتم الانبیاء کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے پاس افاضہ کمال کی ایسی مہر تھی جو بالکل اپنے جیسے بلکہ اپنے سے افضل اور اعلیٰ نبی نے تراشی تھی قرآن و حدیث لغت عرب اور عقل انسانی کے ساتھ اس کھلے مذاق کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ "معبود واحد" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات عالم میں وہ تنہا ذات ہے جس کی قوت قدسیہ خدا تراش ہے۔ اور اپنے جیسے خدا پیدا کر سکتی ہے اگر قرآن کریم کی آیات اور امت کے بنیادی عقائد کے ساتھ ایسی گستاخانہ دل لگی کرنے کے بعد بھی کوئی شخص دائرہ اسلام میں رہ سکتا ہے تو پھر روئے زمین میں کوئی انسان کافر نہیں ہو سکتا۔

یہ اور بات ہے کہ خود مرزا صاحب کے اعتراف کے مطابق اس عظیم الشان مہر سے صرف ایک نبی تراشا گیا اور وہ مرزا صاحب تھے فرماتے ہیں "کہ اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا۔[۴۴] مگر مرزا صاحب کو لکھتے وقت یہ خیال نہ رہا کہ خاتم النبیین جمع کا صیغہ ہے لہٰذا اس مہر سے کم از کم تین نبی تراشے جانے چاہیے تھے۔

دعوائے نبوت کا منطقی نتیجہ

یہ صرف اسلام کا ہی نہیں عقل عام کا بھی فیصلہ ہے کہ جب کبھی کوئی شخص نبوت کا دعوی کرتا ہے تو حق و باطل کی بحث قطع نظر، جتنے لوگ اس وقت موجود ہیں وہ فوراً دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں ایک گروہ وہ ہوتا ہے جو اس شخص کی تصدیق کرتا ہے اور اسے

سچا مانتا ہے اور دوسرا گروہ وہ ہوتا ہے جو اس کی تصدیق و پیروی نہیں کرتا ان دونوں گروہوں کو دنیا میں کبھی بھی ہم مذہب قرار نہیں دیا گیا بلکہ ہمیشہ دونوں کو الگ الگ مذہبوں کا پیرو سمجھا گیا ہے مرزا صاحب خود اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

"ہر نبی اور مامور کے وقت دو فرقے ہوتے ہیں ایک وہ جس کا نام سعید رکھا ہے اور دوسرا وہ جو شقی کہلاتا ہے۔"[۴۵]

یہ حقیقت ہر ایک پر پوری طرح آشکارا ہے کہ دعویٰ نبوت کے ماننے والے اور اس کا انکار کرنے والے ہم مذہب نہیں کہلا سکتے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے قبل سارے بنی اسرائیل ہم مذہب تھے لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو فوراً دو بڑے حریف مذہب پیدا ہو گئے ایک مذہب آپ کے ماننے والوں کا تھا جو بعد میں عیسائیت یا مسیحیت کہلایا اور دوسرا مذہب آپ کی تکذیب کرنے والون کا تھا۔ جو یہودی مذہب کہلایا حضرت عیسیٰؑ اور آپ کے متبعین اگرچہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے تھے لیکن یہودیوں نے کبھی ان کو اپنا ہم مذہب نہیں سمجھا اور نہ عیسائیوں نے کبھی اس بات پر اصرار کیا کہ انہیں یہودیوں میں شامل سمجھا جائے اسی طرح جب سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ سے قبل انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی اور تورات زبور اور انجیل تینوں پر ایمان لائے اس کے باوجود نہ عیسائیوں نے آپؐ کے متبعین کو اپنا ہم مذہب سمجھا اور نہ کبھی مسلمانوں نے یہ کوشش کی انہیں عیسائی کہا اور سمجھا جائے پھر آپؐ کے بعد مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کے متبعین مسلمانوں کے حریف کی حیثیت سے مقابلے آئے اور مسلمانوں نے بھی انہیں امت اسلامیہ سے بالکل الگ ایک مستقل کا حامل قرار دے کر ان کے خلاف جہاد کیا حالانکہ مسیلمہ کذاب آپؐ کی نبوت کا منکر نہ تھا بلکہ اس کے یہاں جو اذان دی جاتی تھی اس میں اشھد ان محمد رسول اللہ کا کلمہ شامل تھا تاریخ طبری میں ہے۔

وَ كان يؤذن للنبى صلى الله عليه وسلم و يشهد فى الاذان انّ محمداً رسول الله وَ كان الذى يؤذن له عبدالله بن نواحه وكان الذى يقيم له حجير بن عمير"[۴۶]

مسیلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اذان دیتا تھا اور اذان میں اس بات کی شہادت دیتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہیں اور اس کا مؤذن عبداللہ بن نواحہ تھا اور اقامت کہنے والا حجیر بن عمیر تھا۔

لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کا یہ سو فیصد نتیجہ ہے کہ جو فریق ان کو سچا اور مامور من اللہ سمجھتا ہے وہ ان لوگوں کے مذہب میں شامل نہیں ہے جو ان کے دعوؤں کی تکذیب کرتا ہے ان دونوں فریقوں کو ایک دین کے پرچم تلے جمع کرنا صرف قرآن اور سنت اور اجماع امت ہی سے نہیں بلکہ مذہب کی پوری تاریخ سے بغاوت کے مترادف ہے۔ لاہوری جماعت کے امیر محمد علی صاحب نے ۱۹۰۶ کے ریویو آف ریلجنز (انگریزی) میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے لکھتے ہیں۔ The Ahmadiyya movement stands in the same relation to Islam in with Christianity stood to Judaism۔[۴۷]

"یعنی احمدیت کی تحریک اسلام کے ساتھ وہی نسبت رکھتی ہے جو عیسائیت کو یہودیت کے ساتھ تھی" کیا عیسائیت اور یہودیت کوئی انسان ایک مذہب قرار دے سکتا ہے۔

مرزا صاحب کے دعاوی کا تاریخی ارتقاء

۱۔ ۱۸۸۰ تا ۱۸۸۸ اس دور میں مرزا صاحب محض ایک مبلغ اسلام اور غیر مسلم حملہ آوروں کے مقابلے میں اسلام کی مدافعت کرنے والے مناظر اسلام تھے ان کو پورا اصرار تھا کہ ان کے عقائد وہی ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں۔

۲۔ دسمبر ۱۸۸۸ تا ۱۸۸۹۔ دسمبر ۱۸۸۸ میں انہوں نے بیعت کے لیے اشتہار دیا اور ۱۸۸۹ کے آغاز سے بیعت

لیناشروع کی اس وقت انہوں نے صرف مجددیت اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔

۳۔ ۱۸۹۱ میں انہوں نے مسیح علیہ السلام کی موت کا اعلان کیا اور خود مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا جس سے مسلمانوں میں کھلبلی مچ گئی۔[۴۸]

۴۔ ۱۹۰۰ میں مولوی عبدالکریم قادیانی نے مرزا صاحب کے لیے جمعہ کے خطبہ میں نبی اور رسول کا لفظ استعمال کیا ۱۹۰۰ میں مرزا صاحب کے خاص مریدوں نے ان کو صاف صاف نبی کہنا شروع کیا اور ان کو وہی حیثیت دینا شروع کر دی جو قرآن کی رو سے انبیاء علیہم السلام کی ہے مرزا صاحب کبھی ان کے اس قول کی تصدیق کرتے تھے اور کبھی الفاظ نبوت کی توجیہ ناقص نبی، جزوی نبی محدث وغیرہ کے الفاظ سے کر کے ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے تھے جو نبوت کے دعوے پر ایمان لانے میں شامل تھے بہر حال یہ مرزا صاحب کی تحریک کے تدریجی مراحل ہیں جنہیں وہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت کمال ہمت سے طے کر رہے تھے اور یوں ٹھہر ٹھہر کر نبوت کی جانب رواں دواں ہے۔ سید سردار شاہ قادیانی نے جنوری ۱۹۲۳ میں تقریر کرتے ہوئے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا تقریر ۴ جنوری ۱۹۲۳ کے "الفضل" میں شائع بھی ہوئی ہے مرزا بشیر الدین محمود نے اسے اپنی کتاب "حقیقت نبوت" میں اس واقعہ کو تحریری کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب نے پہلی دفعہ اپنی نبوت کا اعلان کس ڈرامائی انداز میں کیا ملاحظہ ہو۔

۱۹۰۰ کی بات ہے مولوی عبدالکریم صاحب نے جو جمعہ کے خطیب تھے ایک خطبہ جمعہ پڑھا جس میں مرزا صاحب کے لیے نبی اور رسول کے لفظ استعمال کیے اس خطبے کو سن کر مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے بہت پیچ و تاب کھائے جب یہ بات مولوی عبدالکریم صاحب کو معلوم ہوئی تو پھر انہوں نے ایک خطبہ پڑھا اور اس میں مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں غلطی کرتا ہوں تو حضور مجھے بتلائیں میں حضور کو نبی اور رسول مانتا ہوں جب جمعہ ہو چکا اور مرزا صاحب جانے لگے مولوی صاحب نے پیچھے سے مرزا صاحب کا کپڑا پکڑ کر درخواست کی کہ اگر میرے اعتقاد میں غلطی ہو تو حضور درست فرمائیں مرزا صاحب مڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا مولوی صاحب ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا ہے یہ خطبہ سن کر مولوی احسن صاحب غصے سے بھرے ہوئے واپس آئے اور مسجد کے اوپر ٹہلنے لگے جب مولوی عبدالکریم صاحب واپس آئے تو مولوی محمد احسن صاحب ان سے لڑنے لگے اور آواز بہت بلند ہو گئی تو مرزا صاحب مکان سے نکلے اور یہ آیت پڑھی یاایھاالذین آمنوالاترفعوااصواتکم فوق صوت النبی۔[۴۹] مگر اس توثیق کے باوجود مرزا صاحب نبوت کے صریح دعوے سے مجتنب رہے مرزا بشیر الدین محمود صاحب کے بقول اس زمانہ میں مرزا صاحب کا عقیدہ یہ تھا کہ آپ حضرت مسیح پر جزوی طور پر فضیلت ہے اور آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے تو یہ ایک قسم کی "جزوی نبوت" ہے "ناقص نبوت"۔[۵۰]

واضح اعلان نبوت

۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا صاف صاف اعلان کر دیا۔ اور اپنی اکثر تحریروں میں نبوت و رسالت کو "ناقص" "جزوی" اور محدثیت وغیرہ الفاظ سے محدود کرنا ترک کر دیا۔[۵۱]

جلال الدین شمس لکھتے ہیں:

۱۹۰۱ سے پہلے کی بعض تحریرات میں آپ نے اپنی نبوت کبھی اپنے نبی ہونے سے انکار کیا اور لکھا کہ آپ نبی نہیں بلکہ محدث ہیں لیکن ۱۹۰۱ کے بعد کی تحریرات میں آپ نے اپنی نبوت کو نہ جزوی قرار دیا نہ ناقص نہ محدثیت والی نبوت بلکہ صاف الفاظ میں اپنے آپ کو نبی لکھتے رہے۔[۵۲]

میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے "مسیح موعود" کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے جو تین لاکھ کو پہنچتے ہیں۔[۵۳] جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتوں کو میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور ان امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ پس میں خدا کے موافق نبی ہوں اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا تعالیٰ میرا نام "نبی" رکھا ہے تو میں کیوں کر انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اور اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں"۔[۵۴] سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمَا کُنَّا معذبین حتی نبعث رسولاً پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے اے غافلو تلاش کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا جس کی تم تکذیب کر رہے ہو"۵۵

مرزا غلام احمد قادیانی کا ختم نبوت کے بارے ابتدائی عقیدہ

مرزا صاحب کا نبوت کا دعوی کرنے سے پہلے ختم نبوت کے بارے میں عام مسلمانوں کی طرح عقیدہ تھا متعدد کتابوں میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا کہ میرے بعد اور "کوئی نبی" نہیں آئے گا اور حدیث میں "لا نبی بعدی" ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن مجید جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت "ولکن رَّسول اللہ وَخَاتَمَ النَّبیین" سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔[۵۶] اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گزر چکی ہیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیوں کہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل ہے اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام مسیحیائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اس کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس لیے اس "نبوت" پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیے تھا کیوں کہ جس چیز کے لیے آغاز ہے اس کے لیے انجام بھی ہے۔[۵۷] میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہلسنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ لاالٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور میں نبوت کا مدعی نہیں ہوں بلکہ ایسی مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔۵۸

مرزا صاحب کی طرف سے مختلف دعاوی کی توجیہات

مجددیت

جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ظہور فرما ہوئے اور خدا تعالیٰ نے اس نبی کریم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا تو وجہ ختم نبوت آنحضرت کے دل میں "ھم و غم" رہتا تھا کہ مجھ سے پہلے دین کو قائم رکھنے کے لیے ہزار ہا نبیوں کی ضرورت ہوئی اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی اور وعدہ فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر دین کی "تجدید" کے لیے ایک "مجدد" پیدا ہوتا رہے گا جو کمالات نبوت پا کر راہ راست کی طرف لوگوں کو ہدایت کریں گے۔۵۹

میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کس کے خیال سے کہہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعوی کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانیوں کا نام ''معجزہ'' رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانیوں کا نام ''کرامات'' ہے جو اللہ کے رسول کی پیروی سے دیئے جاتے ہیں۔[۶۰]

مجازی نبوت

اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو ''الہام'' ہوا ہے اکثر دفعہ اس میں رسول یا نبی کا لفظ آگیا ہے لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اسی نبوت یا رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارے کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت نکلتا ہے اس لیے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں کہنا چاہیے۔[۶۱]

''یہ سچ ہے کہ سہ الہام جو خدا نے اس بندے پر نازل فرمایا اس میں اس بندے کی نسبت ''نبی'' ''رسول'' اور ''مرسل'' کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ یا رسول کے لفظ سے یاد کرے''[۶۲]

ناقص نبوت

نہ مجھے دعویٰ نبوت نہ خروج از امت نہ میں معجزات اور ملائک، اور نہ لیلۃ القدر کا انکاری ہوں اور آنحضرتؐ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں وراس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی پاک خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہاں محدث آئیں گے۔[۶۳]

تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ ''فتح اسلام'' ''توضیح مرام'' ''ازالہ اوہام'' میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ ''محدثیت'' نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ میری طرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کیے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہر گز دعویٰ نہیں ہے سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے ''محدث'' کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ بجائے لفظ نبی کے ''محدث'' کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ ''نبی'' کو کاٹا ہوا خیال فرمالیں''۔[۶۴] اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت بھی حقیقی طور پر نبوت و رسالت کا دعوی نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ عام مسلمانوں کو اس میں دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔[۶۵]

ختم نبوت کے بارے میں مختلف مراحل مرزا صاحب کا موقف

پس یہ کس قدر جرائت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو ''وحی نبوت'' منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ ''وحی نبوت'' کا جاری کر دیا جائے کیوں کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔[۶۶] ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کر لیا جائے

اور صرف ایک ہی فقرہ جبرائیل لاویں اور پھر چپ ہو جائیں یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے کیوں کہ جب ختمیت کی "مہر" ہی ٹوٹ گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے اب "جبرائیل کو بعد وفات رسول کریمؐ ہمیشہ کے لیئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے"[67] وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپ کی ختم نبوت کو توڑتا ہے۔[68] جس طرح یہ ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور اس کے ساتھ روشنی نہ ہو اس طرح یہ ممکن نہیں کہ ایک رسول اصلاح خلق کے لیے آوے اور اس کے ساتھ وحی اور جبرائیل نہ ہو۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول کریمؐ پر ختم ہوئی۔[69] مرزا صاحب کے ان ابتدائی مواقف میں تبدیلی آئی اور ایک جگہ لکھتے ہیں۔ "یہ کس قدر لغو باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرتؐ کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا اور آئندہ قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں صرف قصوں کی پوجا کرو پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہِ راست خدا تعالیٰ کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔"[70]

ایک مقام پر مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے ابتداء ہی سے یہ ارادہ کیا تھا کہ آنحضرتؐ کے کمالات متعدیہ کے اظہار واثبات کے لیے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور مقالیت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کر دے سو اس طرح خدا نے میرا نام نبی رکھا یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی اور ظلی طور پر نہ اصل طور پر مجھے یہ نام دیا گیا تا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و کمالات کا کامل نمونہ ٹھہروں۔[71]

مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں یا یہ تبدیلی الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی طور میں آنحضرت کا دوبارہ دنیا میں آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدی موعود (مرزا صاحب) کے ظہور سے پورا ہوا۔[72]

اس سے مزید ایک اور موقف کے بارے میں لکھتے ہیں۔

چونکہ میں اس کا رسول امتی ہوں (فرستادہ ہوں) مگر بغیر کسی نئی شریعت کے اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اس نبی کریمؐ خاتم الانبیاء کا نام پا کر اور اس میں ہو کر اور اس کا مظہر بن کر آیا ہوں۔[73]

مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں الہامات پر اس طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن کریم پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے دل پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔[74]

مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

میرے پاس ائیل آیا اس جگہ ائیل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے اس لیے کہ بار بار رجوع کرتا ہے اور اس نے مجھے چن لیا ہے اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آگیا پس مبارک ہے وہ جس اس کو یاد رکھے اور دیکھے۔[75]

حضرت مسیح موعود کا ذہنی ارتقاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کو آنحضرت پر حاصل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی اب تمدن کی ترقی سے حضرت مسیح موعود کے ذریعے ان کا پورا ظہور ہوا (ریویو آف ریجنز)

خلاصہ انبیاء

مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔ دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا جیسا براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ نے فرمایا میں آدم ہوں میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد رسول اللہ ہوں یعنی بروزی طور پر۔[۷۶]

کیا یہ افسوس کا مقام نہ ہوگا کہ آج حضرت کا ماننے کا دعویٰ کرنے والے محض تعبیری اصطلاحات کی آڑ میں حضرت کے مقام کو کم کر کے پیش کریں۔ اس فیض کو پانے والے کامل طور پر صرف "حضرت مسیح موعود" ہیں اس لیے امتی نبی صرف وہ ہیں تیرہ سو سال میں اور کوئی نہ ہوا (مباحثہ راولپنڈی، جماعت احمدیہ راولپنڈی، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ص ۱۷۵ مسلم پرنٹنگ لاہور)

اس عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی یعنی منعم علیھم، پس خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ اس پیشگوئی کو پورا کرے اور آخری اینٹ کے ساتھ بنا کر کمال تک پہنچائے پس میں وہ اینٹ ہون اور میں منعم علیھم گروہ میں سے فرد اکمل ہوں۔[۷۷]

ختم نبوت کے بارے میں مختلف قسم کی توجیہات اور تاویلات

مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

اگر ایک امتی جو محض پیروی آنخضرت سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت کا نام پاتا ہے نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیوں کہ وہ امتی ہے مگر کسی ایسے نبی کا آنا جو امتی نہیں ہے "ختم نبوت" کے منافی ہے۔[۷۸]

خاتم النبیین کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی جو مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح آنخضرت کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔[۷۹] خدا نے ایسا کیا کہ اپنی حکمت اور لطف سے آپ کے بعد یعنی تیرہ سو برسوں تک اس لفظ (یعنی نبوت) کو آپ کی امت سے اٹھایا۔ تاکہ آپؐ کی نبوت کی عظمت کا حق ادا ہو جائے یعنی آپ کے بعد دوسرے لوگوں کے نبی کہلانے سے آپ کی نبوت کی ہتک نہ ہو اور پھر چونکہ اسلام کی عظمت چاہتی تھی کہ اس میں بعض ایسے افراد ہوں جن پر آنخضرتؐ آخری زمانے میں مسیح موعود کے واسطے آپ کی زبان سے "نبی اللہ" کا لفظ نکلوایا۔[۸۰] مولوی صاحب ہم یہ نہیں کہتے کہ حضرت نے اپنے مقام کو نہ سمجھا یا اپنے مقام کی حقیقت نہ سمجھی۔ ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت نے اپنے "عہدہ" کا نام پہلے سابقہ خیال کے مطابق "محدث" رکھا بعد ازاں انکشاف کے بعد "نبوت" رکھا اس لیے ۱۹۰۱ کے بعد آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا کہ حضرت نے اپنے آپ کو محدث قرار دیا ہو اس طرح حضرت مرزا صاحب خود لکھتے ہیں۔ اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں ہے اور اگر کوئی میری فضیلت کی نسبت ظاہر کیا جاتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا مگر بعد میں خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے اوپر نازل ہوئی اور اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔[۸۱] مرزا صاحب نے رسول واحد ہونے کا دعویٰ کیا۔ اپنی جماعت کا نام "احمدی" اور اس جماعت میں شامل ہونے والوں کو "صحابہ" کہا گیا خطبہ الہامیہ میں ہے "مسیح موعود کے عین محمد ہونے کی اول دلیل یہ ہے جو حضرت مسیح موعود الہامی شان کے الفاظ میں یوں تحریر فرماتے ہیں اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریمؐ کا فیض نازل فرمایا اور اس نبی کریمؐ کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا یہاں تک کہ "میرا وجود اس کا وجود ہو گیا" پس وہ جو میری جماعت میں شامل ہوا حقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے "صحابہ" میں داخل ہوا۔[۸۲]

میاں محمد صاحب (خلیفہ ثانی) نے اپنے ایک خطبہ میں کہا:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کان میں گونج رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم۔ قرآن، نماز، زکاۃ، حج روزہ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز یں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔[۸۳]

مرزائی خلیفہ نورالدین بھیروی لکھتے ہیں:

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر یہود و نصاری اللہ کو مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسولوں، کتابوں، فرشتوں کو مانتے ہیں کیا اس انکار پر کافر ہیں یا نہیں؟ کافر ہیں اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں؟ اگر اسرائیل مسیح موسیٰ کا خاتم الخلفاء ایسا ہے کہ اس کا منکر کافر ہے تو محمد رسول اللہ کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا تبع کیوں ایسا نہیں کہ اس کا منکر بھی کافر ہے اگر وہ مسیحا ایسا تھا کہ اس کا منکر کافر ہے تو یہ مسیح بھی کسی طرح کم نہیں۔[۸۴]

خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:

"جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں مانتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے دے ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر اس معاملے مین وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو؟ کیا اس لیے دیتے ہو کہ وہ تمہاری قوم کا ہوتا ہے؟ مگر جس دن سے کہ تم احمدی ہوئے تمہاری قوم احمدیت ہو گی۔ شناخت اور امتیاز کے لیے اگر کوئی پوچھے تو اپنی ذات یا قوم بتا سکتے ہو اور نہ رب نے تو تمہاری قوم گوت تمہاری ذات احمدی بنائی ہے پھر احمدیوں کو چھوڑ کر غیر احمدیوں میں کیوں قوم تلاش کرتے ہو مومن کا تو یہ کام ہوتا ہے کہ جب حق آجائے تو باطل کو چھوڑ دیتا ہے[۸۵]

حوالہ جات وحواشی

۱۔ حرف اقبال۔ ترتیب لطیف احمد شیروانی، علامہ اوپن یونیورسٹی، لائٹ کے جواب میں (ص ۱۲۶، سن اشاعت ۱۹۸۴)

۲۔ اربعین نمبر ۴ ص ۱۵ خزائن ۱۷ ص ۴۴۳)

۳۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۹۵)

۴۔ تبلیغ رسالت ج ۹ ص ۴۹۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۹۸)

۵۔ تریاق القلوب ص ۱۵ خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۵)

۶۔ کلمۃ الفصل مصنف صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنس صفحہ ۱۱۳ نمبر ۳ ج ۱۴)۔

۷۔ اعجاز احمدی صفحہ ۱۷ مرزا غلام احمد)

۸۔ قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل قادیان (منقول از اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۶ء)

۹۔ کتاب البریہ۔ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۱۴۳۔ مطبع قادیان ۱۸۹۸

۱۰۔ کشف الغطاء۔ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۵۔ مطبع قادیانی ۱۸۹۸

۱۱۔ براہین احمدیہ۔ مرزا غلام احمد قادیانی ص ا۔ الف ج سوم مطبع قادیان ۱۸۸۲

۱۲۔ شہادۃ القرآن۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۹ (ضمیمہ) مطبع قادیان ۱۸۹۳

۱۳۔ ستارہ قیصریہ۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۳۔ مطبع قادیان ۱۸۹۹

۱۴۔ تریاق القلوب۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۳۰۹۔ قادیان

۱۵۔ تبلیغ رسالت۔ قاسم علی قادیانی۔ ص ۱۲۳ج۹، مطبع قادیان ۱۹۲۲

۱۶۔ نشانی آسمانی ۱۸۹۲ء) مرزا غلام احمد قادیانی ص ۴، مطبع ضیاء الاسلام ۱۹۵۶ پریس ربوہ

۱۷۔ تبلیغ رسالت قاسم علی قادیانی۔ ص ۹۴ ج ۶، قادیان

۱۸۔ ملفوظات احمدیہ ص ۱۴۶۔ ج اول

۱۹۔ الفضل قادیان۔ ۱۴فروری ۱۹۲۲

۲۰۔ ضمیمہ انجام اتھم ص ۷۔ انوار القرآن ۲۔ صفحہ ۱۲)

۲۱۔ لہام مرزا غلام احمد۔ تبلیغ رسالت ج ۹ صفحہ ۲۷)

۲۲۔ نور الاسلام۔ ص ۳۰)

۲۳۔ الفضل لاہور ۱۳اگست ۱۹۴۸ء)

۲۴۔ لفضل لاہور ۱۶ جنوری ۱۹۵۲ء)

۲۵۔ (الفضل ۱۱ جنوری ۱۹۵۲ء)

۲۶۔ حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۱۵۰-۱۴۹، مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴۔ رخ۔ ج ۲۲ ص ۱۵۴-۱۵۲

۲۷۔ اربعین نمبر، مرزا غلام احمد قادیانی، ۴۔ ص۔ ۷۔ طبع چہارم مطبوعہ ربوہ۔ رخ۔ ج ۱۷۔ ص ۴۳۵

۲۸۔ دافع البلاء، مرزا غلام احمد قادیانی ص۔ ۳، مطبوعہ اپریل ۱۹۰۲ قادیان رخ۔ ج ۱۸۔ ص۔ ۲۳۳

۲۹۔ اربعین نمبر ۴،، مرزا غلام احمد قادیانیص ۱۵ طبع اول ۱۹۱۰۔ رخ۔ ج ۱۷. ص ۴۴۳

۳۰۔ توضیح مرام۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۱۵

۳۱۔ مکتبوت احمدیہ۔ مرزا غلام احمد قادیان ص ۸۵

۳۲۔ فتح اسلام۔ قادیانی۔ مرزا غلام احمد۔ ج ا۔ ص ۲۶۷-۲۶۸ سیرۃ المھدی۔ مرزا بشیر احمد ایم اے۔ ج ا۔ ص۔ ۱۶۷-۱۶۸

۳۳۔ فتح اسلام۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۹

۳۴۔ توضیح مرام۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۲

۳۵۔ تحفہ گولڑویہ مرزا غلام احمد ص ۱۹۵

۳۶۔ کشتی نوح۔ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۴۶

۳۷۔ براہین احمدیہ مرزا غلام احمد ص ۴۔ حاشیہ ص ۴۶۵۔ مطبع سوم قادیان

۳۸۔ ایک غلطی کا ازالہ۔ مرزا غلام احمد قادیانی، نومبر ۱۹۰۱

۳۸۔ تتمہ حقیقت الوحی مرزا غلام احمد قادیانی ۱۹۰۷

۳۹۔ حقیقۃ الوحی ص ۲۷، رخ ج ۲۲، ص ۷۶۔

۴۰۔ نزول مسیح مرزا غلام احمد ص ۴۸ طبع قادیان ۱۹۰۹ رخ۔ ج ۱۸ ص ۳۸۱

۴۱۔ ایک غلطی کا ازالہ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۱۱۰۔ مطبوعہ ربوہ۔ رخ۔ ج ۱۸۔ ص ۲۱۲

۴۲۔ کلمتہ الفصل۔ ریویو آف ریلجنز ج ۱۴ نمبر ۳ ص ۱۱۳ مارچ اپریل ۱۹۱۵

۴۳۔ القول الفصل ص ۱۶ مطبوعہ ضیاء السلام قادیان ۱۹۱۵

۴۴۔ حقیقت الوحی مرزا غلام احمد قادیانی ص ۳۹۱ تا ۴۰۶ ج ۲۲

۴۵۔ ملفوظات احمدیہ محمد منظور الٰہی ج ا۔ ص ۱۴۳ مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر قادیان ۱۹۲۵
۴۶۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۴۴
۴۷۔ منقول از مباحثہ راولپنڈی ص ۲۴۰ مطبوعہ قادیان و تبدیلی عقائد۔ محمد اسماعیل قادیال ص ۱۲ مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر کراچی
۴۸۔ سیرۃ المھدیٰ۔ ص ۳۱۔ بشیر احمد ایم۔ اے
۴۹۔ حقیقۃ النبوۃ۔ محمود بشیر الدین ص ۱۲۴
۵۰۔ القول الفصل۔ بشیر الدین محمود ص ۲۴
۵۱۔ سیرۃ المھدی صاحبزادہ بشیر احمد ایم اے۔ ج ا۔ ص ۳۱
۵۲۔ منکرین خلافت کا انجام۔ جلال الدین شمس ص ۱۹
۵۳۔ حقیقۃ الوحی۔ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۶۸
۵۴۔ اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ لاہور
۵۵۔ تجلیات الٰہیہ۔ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۳۹۱
۵۶۔ کتاب البریہ قادیانی۔ مرزا غلام احمد ص ۱۸۴
۵۷۔ الوصیت۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۱۷
۵۸۔ آسمانی فیصلہ۔۔ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۲۰
۵۹۔ الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۱ خط مرزا صاحب ۱۸۸۴
۶۰۔ جنگ مقدس۔ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۶۷، مطبوعہ ۱۸۹۳
۶۱۔ مسیح موعود اور ختم نبوت۔ محمد علی لاہوری ایم اے ص ۴
۶۲۔ سراج منیر۔ غلام احمد۔ ص ۳۰۲
۶۳۔ انجام آتھم۔ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۲۸
۶۴۔ تبلیغ رسالت۔ میر قاسم علی قادیان ج ۲ ص ۹۵
۶۵۔ انجام آتھم۔ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۲۷
۶۶۔ ایام الصلح۔۔ مرزا غلام احمد۔۔ ص ۱۴۶
۶۷۔ ازالہ اوہام۔ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۲۸۹ ج ۲
۶۸۔ الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۵ قادیان
۶۹۔ الحق۔ ص ۲۸۔ دہلی ۱۹۱۰۔ بحوالہ ختم النبوۃ فی الاسلام
۷۰۔ براہین احمدیہ۔۔ مرزا غلام احمد ص ۱۸۳ ج ۵
۷۱۔ چشم معرفت۔ مرزا غلام احمد۔ ص ۳۲۴
۷۲۔ روحانی خزائن۔ مرزا غلام احمد۔ ج ۱۱۔ ص ۲۴۹
۷۳۔ نزول المسیح۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۲
۷۴۔ حقیقۃ الوحی۔ مرزا غلام احمد ص ۲۲۰
۷۵۔ مباحثہ راولپنڈی۔ انجمن اشاعت اسلام۔ جماعت احمدیہ ص ۲۴۲

۷۶۔ حقیقۃ الوحی۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۸۴
۷۷۔ خطبہ الہامیہ۔ مرزا غلام احمد ص ۱۲
۷۸ چشمہ مسیحی۔۔ مرزا غلام احمد ص ۴۱
۷۹۔ ملفوظات احمدیہ۔ محمد منظور الٰہی۔ ج ۵، ص ۲۹
۸۰۔ النبوۃ فی السلام۔ مولوی محمد علی لاہوری ص ۱۵۸
۸۱۔ مباحثہ راولپنڈی۔ ص ۱۸۵-۱۸۴
۸۲۔ خطبہ الہامیہ۔ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۱۷
۸۳۔ الفضل ۲۰ جولائی ۱۹۳۱
۸۴۔ مجموعہ فتاوی احمدیہ۔ ج ۱ ص ۳۸۵ بحوالہ الحکم نمبر ۱۹ ج ۱۸۔ ۲۸ مئی
۸۵۔ ملائکۃ اللہ۔ مرزا بشیر الدین محمود ص ۴۷-۴۶ مطبوعہ الشرکہ الاسلامیہ ربوہ